قرآن مجید اور تیتریہ اپنشد کے الہیانہ تصورات کا موازنہ

A Comparison of the Theological Concepts of *Taittirīya Upanishad* and The Holy Quran

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Dr. Aasia Rashid
Assistant Professor Islamic Studies National University of Modern Languages, Lahore Campus.
E-mail: dr.aasiarashid@gmail.com
Hafiz Muhammad Shariq
M.Phil Scholar; Jamshoro University; Sindh.
E-mail: hmshariq@gmail.com

Abstract:
The Upanishads are one of the most ancient and important books among Hindu Scriptures. These books have a unique importance in Indian Philosophy. Scholars have done very significant researches on this scripture. Innumerable articles and books have been written on different Upanishads, but no significant work has so far been done on studying the theological concepts of Upanishad in the light of Quranic Theology. One reason behind this may be lack of comprehensive knowledge of Upanishads in Muslim scholars. Indeed it is quite difficult to understand abstract thoughts found in them.
However, there is no dispute upon the necessity of exploring and comparing the common theological concepts of Upanishad and Quran. This article presents a comparative analysis of the theological concepts of Taittirīya Upanishad and the Quran. The rationale behind choosing Taittirīya among many from many Upanishads is the fact that it is considered as most significant source book of Vedanta Philosophy.
According to the author's findings there are some basic similarities between theological concepts of the Holy Quran and Taittirīya Upanishad with respect to the concept of God. We believe that it is a unique topic on which no research work has been published by journals. Hence, the subject has a great contemporary significance for both Muslims and Hindus.

Keywords: Quran, Taittirīya Upanishad, Theological Concepts, Comparison.

خلاصہ

اپنشد، ہندو صحیفوں میں سب سے قدیم اور اہم کتابوں میں سے ایک ہے۔ ہندوستانی فلسفہ میں ان کتابوں کی ایک منفرد اہمیت ہے۔ دانشوروں نے اس صحیفے پر بہت اہم تحقیقات پیش کی ہیں۔ مختلف اپنشدوں پر بے شمار مضامین اور کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن اب تک قرآنی الہیات کی روشنی میں اپنشد کے الہیانہ تصورات کا مطالعہ کرنے پر زیادہ تحقیقی کام نہیں ہوا ہے۔شاید اس کی ایک وجہ مسلم اسکالرز میں اپنشدوں کے بارے میں جامع معلومات کی کمی ہے۔ دراصل، اپنشدوں میں پائے جانے والے تجریدی افکار کا سمجھنا بھی خاصا مشکل ہے۔ لیکن اپنشدوں اور قرآن کریم کے مشترکہ الہیاتی تصورات پر تحقیق اور ان کے موازنہ کی ضرورت میں کوئی حرف نہیں ہے۔

یہ تحقیقی مضمون تیتریہ اپنشد اور قرآن کے الہیانہ تصورات کا موازنہ پیش کرتا ہے۔ اس مقالہ میں اپنشدوں میں سے تیتیریہ اپنشد کا انتخاب اس لیے کیا گیا ہے کہ اسے ویدانت فلسفہ کی سب سے اہم ماخذ کتاب سمجھا جاتا ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق خدا کے تصور کی شناخت میں قرآن کریم اور تیتریہ اپنشد کے مذہبی تصورات کے درمیان متعدد مماثلتیں پائی جاتی ہیں۔ اِس مقالہ میں یہ مماثلتیں بیان کی گئی ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ ایک منفرد موضوع ہے جس پر اس سے پہلے کسی تحقیقی جریدے میں کوئی تحقیقی کام نہیں چھپا۔ لہٰذا یہ مسلمانوں اور ہندوؤں، دونوں کے لئے یکساں عصری اہمیت کا حامل موضوع ہے۔

کلیدی الفاظ: قرآن کریم، تیتریہ اپنشد، الہیانہ تصوّرات، موازنہ۔

موضوع کا تعارف

خدا کا تصور قدیم ہندوستانی دانش کا اہم ترین موضوع رہا ہے اور یہ بات بلا مبالغہ کہی جا سکتی ہے کہ جامد فلسفے کے برعکس ہندی فلسفے نے الٰہیات کے حوالے سے ہمیشہ آگے کی جانب قدم بڑھایا ہے۔ ہمیں خدا کے بارے میں غور و فکر سے متعلق لگ بھگ چھ سو سال قبل مسیح میں ایک بڑی مثال اُس وقت کی ملتی ہے جب ہندو مفکرین نے ''برہمن'' (Brahman) یعنی خدا کی تعریف کے لئے ایک مقابلے Sadhmada کا انعقاد کیا جس میں بہت سے بڑے فلسفی شریک ہوئے۔ مختلف شرکاء نے اپنے اپنے فلسفیانہ مسلک کے اعتبار سے خدا کی تعریف کی۔ لیکن باہمی ردّ و قدح کے بعد کسی ایک تعریف پر بھی اتفاق نہ ہو سکا۔ اس مقابلے کا فاتح وہ مفکر قرار پایا جو بالکل خاموش رہا۔ کیونکہ خدا کی تعریف اس کے نزدیک ناممکن تھی۔ صرف خاموشی (Silence) ہی وہ وسیلہ ہے جس سے ہم خدا کی معرفت پا سکتے ہیں۔ یہ مقابلہ گو کہ ہم جیسے متجسس اذہان کے لئے نتیجہ خیز معلوم نہیں ہوتا

لیکن یہ مشق اس بات کی غماز ہے کہ قدیم ہند میں انسانی ذہن خدا کے بارے میں سوچتا تھا۔ وہ نہ صرف خدا کی معرفت چاہتے تھے بلکہ اس کے بارے میں ایک سادہ سا تصور دریافت کرنے کے لئے بھی کوشاں تھے۔

ذاتِ الٰہی کے بارے میں اس جستجو اور حاصلِ جستجو کی سب سے اہم دستاویز اُپنشد کے صحائف ہیں۔ یہ کتب ہندوستان کی قدیم ترین دانشوارانہ فکر پر مبنی صحیفہ ہے جو نہ صرف ہندومت کے پیروکاروں کے ہاں ایک خاص تقدس رکھتی ہے، بلکہ دنیائے فلسفہ میں بھی اس کتاب کا مقام انتہائی اہم ہے۔ مختلف کتب پر مشتمل یہ صحیفہ اُن درویش مفکرین کے خطابات کا مجموعہ ہے جو ۸۰۰ سے ۶۰۰ قبل مسیح میں ظاہر پرستی کی تردید اور روحانیت کی تعلیم کی غرض سے دیے گئے۔ اُپنشد میں اجتماعی زندگی اور مذہب کے ظاہری احکام کے بجائے اُن پیچیدہ اور مشکل موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے جو اپنے نتیجے میں مذہب کی روایتی تفہیم کے بجائے ایک تجریدی تصور فراہم کرتے ہیں۔ ہندو مفکرین کے مطابق ویدوں کے منتروں میں جو روحانی اسرار پوشیدہ ہیں، اُپنشد انہیں مکمل وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کتب کو ویدانت یعنی ''ویدوں کا نچوڑ'' بھی کہتے ہیں۔[1]

ہندو فلسفہ کے معروف محقق اور Sanchi University of Buddhist-Indic Studies کے چانسلر ڈاکٹر یجنیشور شاستری لکھتے ہیں:

"The Upanishads shift the Centre of interest from Vedic gods to the Reality behind changing phenomena. Upanishadic seers turned the vision inward and gave a new direction to spiritual life. That permanent eternal and unchanging Reality is called the Brahman or the Atman, which is existence, consciousness and Bliss."[2]

اُپنشد ہماری توجہ ویدی دیوتاؤں سے ہٹا کر متغیر مظاہر کے پس پردہ ایک حقیقت اعلیٰ کے جانب منتقل کر دیتی ہیں۔ اُپنشد کے حکماء ہماری نگاہِ بصیرت باطن کی طرف موڑ کر ہماری مذہبی زندگی کو ایک نیا رخ دیتے ہیں۔ اس کتاب میں اُس ابدی اور غیر متغیر حقیقت کو برہمن اور آتمن کہا گیا ہے جو وجود مطلق، آفاقی شعور اور مسرت ہے۔ اُپنشد ہندو لٹریچر میں دقیق فلسفیانہ غور وتدبر کا ثمر ہے۔ ان صحائف میں ہندوؤں کے نظامِ اخلاق کے علاوہ مادہ، روح، خدا، کائنات اور دیگر فلسفیانہ موضوعات پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ ہندوالٰہیات کی تفہیم کے لئے جب ہم اپنشد کی طرف رجوع کرتے ہیں تو یہ صحیفہ ویدوں کے لاتعداد دیوتاؤں کے عدد کو ایک مرکز میں جمع کرتے ہوئے دکھائی دیتا ہے اور خدا کے بارے میں ایسے تصورات پیش کرتا ہے جو ویدوں میں مفقود ہے۔

اُپنشد کی متفقہ کتب

اُپنشدوں میں کل گیارہ (۱۱) متفقہ کتب ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:

1. ایش/ایشا اپنشد (Īśā ,Yajurveda)

2. کین(Kena ,Samaveda)
3. کتھا (Katha, Yajurveda)
4. پرشن (Praṣna /Prashna ,Atharvaveda)
5. مُنڈک (Mundaka , Atharvaveda)
6. منڈوکیہ(Māṇḍūkya , Atharvaveda)
7. تیتریہ(Taittirīya ,Yajurveda)
8. ایتریہ/ایتاریہ (Aitareya, Rigveda)
9. چھاندوگیہ/چندوکیہ۔(Chāndogya Samaveda)
10. براہدارنیک(Bṛhadāraṇyaka ,Yajurveda)
11. شویتاشوترا(Shvetashvatara Upanishad)

(نوٹ: کل اُپنشد ۱۰۸، بتائی جاتی ہیں لیکن ان میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے شنکر اچاریہ نے جن اُپنشد کی شرح لکھی ہے ان کی تعداد گیارہ ہے)

تیتریہ اپنشد اور خدا کا تصوّر

گیارہ متفق اُپنشد میں سے ایک کتاب ”تیتریہ اُپنشد“ کہلاتی ہے۔ یہ اُپنشد ہندوؤں کی چار مقدس ویدوں میں سے یجروید کی سیاہ شاخ سے تعلق رکھتی ہے۔ مہابھارت کی روایت کے مطابق ویدوں کے مدوّن ویشماپئن ویاس جی نے مشہور رشی یجناولکیہ کو اس اُپنشد کی تدریس کی تھی۔[3] اس لٹریچر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ زمانۂ قدیم سے ہی بیسوں شروحات اس لٹریچر کی تفہیم کے لئے لکھی گئی ہیں۔ جرمن مستشرق سائمن افریچ (Aufretch:1822-1907)نے اُپنشد کی شروحات کی تعداد پچیس(۲۵) بتائی ہیں۔[4]جب کہ کنجی راجہ نے اس کی تعداد لگ بھگ اٹھاون(۵۸) بتلاتے ہیں۔[5]اِن اُپنشدوں میں تیتریہ اپنشد تصورِ خدا کے حوالے سے فلسفیانہ مسائل پر انتہائی اہم دستاویز ہے۔ اس کتاب میں ویدانت فلسفے کے اہم موضوعات روح، مادہ اور حقیقتِ مطلق (Absolute Reality) کے بارے میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ خدا کو حقیقتِ مطلق کے عنوان سے ”برہمن“ کہہ کر پکارا گیا ہے جو بے جنس، بے جسم اور سب سے اعلیٰ ترین حقیقت کا نام ہے۔

اس مقالے میں ہمارا موضوع تیتریہ اپنشد میں موجود برہمن کی تشریح یعنی تصورِ خدا اور قرآن مجید سے اس کا تقابل ہے۔ موضوع کی جانب بڑھنے سے قبل ضروری ہے کہ ہم متعلقہ ہندو صحائف کی تقسیم اور اس کے متعلق مستعمل الفاظ کو بہتر طور پر سمجھ لیں۔ چنانچہ تیتریہ اُپنشد کی تقسیم روایتی طور پر انواک اور شلوک پر کی جاتی ہے۔

انواک کے معنی راستے Passage کے ہیں۔ جبکہ شلوک کے لغوی معنی نغمہ ہے۔ اسے لغت میں اشلوک کہا گیا ہے اور اصطلاح میں مقدس کتب کے کسی بھی فقرے کو شلوک کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ شعر اور آیت کے مترادف کے طور پر لیا جاسکتا ہے۔ ہندی صحائف میں دوسری اہم تقسیم ادھیائے کی ہے۔ یہ اصطلاح ہندو متون مقدسہ میں باب کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ ادھیائے کے ذیل میں کھنڈ بھی بہت سی کتابوں میں لکھا جاتا ہے جس کے معنی حصہ یا Section ہے۔ رگ جو کہ دس کتابوں پر مشتمل ہے اس کی ہر ایک کتاب کا منڈل کہتے ہیں۔ منڈل: دائرہ Circle اس کے لغوی معنی ہیں۔ ویدوں میں ہی مختلف نظموں کو سوکت کہتے ہیں۔ سوکت کے معنی نظم اور Hymn کے ہیں اور یہ منتروں کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ منتر اس کے ایک شعر کو کہتے ہیں، بید/وید کے یہ اشعار حمدیہ ہوتے ہیں۔[6] تیتریہ اپنشد میں خدا کی توضیح (Definition) اس طرح کی گئ ہے: ''سَتْیَم گیانم اَنَنْتَم برہمہ''[7] اُپنشد کے اس شلوک میں خدا کے لئے تین بدیہی صفات بتائی گئ ہیں: ستیم، گیانم اور اننتم۔ ذیل میں ان تینوں الفاظ کی توضیح سر مونیر ولیم کی مشہور سنسکرت لغت سے دی جارہی ہے۔

ستیم	True, real, actual pure, genuine, real.[8] حقیقت، سچ، خالص اور اصل کے ہیں۔اُپنشد کے موضوعاتی تناظر میں بہتر لفظ ''حقیقتِ مطلق'' ہے۔
گیانم	Knowing, becoming acquainted with knowledge, the higher knowledge, knowing about anything. [9] اردو میں اس کے معنی علیم کے ہیں۔
اننتم	Endless, boundless, eternal, infinite.[10] لامتناہی، لامحدود، ابدی

تیتریہ اُپنشد کے اس شلوک میں پہلے ستیم اور گیانم کی صفت مذکور ہے اس کے بعد اننتم کی صفت بیان کی گئ ہے۔ یہ اسلوب سنسکرت زبان میں عام ہے کہ پہلے اسما یا صفات بیان کردی جائیں اور اس کے بعد اس کی مزید بنیادی (Primary) خوبی یا صفت بیان کی جائے۔ اننتم کا اطلاق چونکہ پیچھے لکھی دونوں صفات پر ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ہم اس صفت کو ہی اچھی طرح سمجھ لیں، تاکہ یہ واضح رہے کہ تیتریہ اُپنشد کے مطابق ستیم اور گیانم دونوں صفات عمومی نوعیت کی نہیں بلکہ اس کی شان کے مطابق اننتم ہے۔

اننتم

اننتم کا مطلب لامحدودیت (Infinity) ہے۔ تیتریہ اپنشد جب خدا کی توضیح میں "علیم" اور "الحق" کی صفات سامنے رکھتی ہے تو یہ بھی صراحت کرتی ہے کہ ان دونوں صفات سمیت خدا کی ذات و صفات کسی بھی قسم کی حدود

سے ماورا ہے۔ حدود بنیادی طور پر دو ہی طرح کی ہوتی ہے۔ زمان اور مکان۔ زمان کا تصور "پہلے" اور "بعد" کے شعور سے مربوط ہے۔ ہمارے مشاہدے کی یہ دنیا ایک تغیر مسلسل ہے اور اس متبدل دنیا میں ہم اشیا اور حوادث کا ادراک یکے بعد دیگرے کرتے ہیں، حقائق کا یہ تواتر ہمارے زمان کے تصور کے باعث ہوا کرتا ہے۔[11]

ہم لمحات کو مخصوص ترتیبی ٹکڑوں میں دیکھتے ہیں جسے ہم وقت کا شعور کہتے ہیں۔ یہی شعور ہمارے لیے مدرکات اور علم کے لیے آج اور کل کا تصور پیدا کرتا ہے۔ جبکہ زمان کی یہ خود خدا تعالیٰ کی تخلیق ہے لہٰذا وہ اس سے ماورا ہے۔ زمان کی دوسری حد دراصل، ازلیت و ابدیت سے تعلق رکھتی ہے۔ کائنات کا ہر وجود بلکہ خود کائنات بھی حادث اور فانی ہے۔ اس کا ایک آغاز اور ایک اختتام ہے۔ وقت کی قید سے آزادی سے مراد آغاز و اختتام سے بالاتر ہونا ہے۔ خدا کی ذات تصورِ زماں کی اس جہت کی قید سے آزاد ہے۔ وہ ازل سے ہے ابد تک باقی رہے گا اور اس کا علم زمان میں مقید نہیں۔ بھگود گیتا کی الٰہیات بھی اس کی تصدیق کرتی ہے:

"آپ آغاز، درمیان اور اختتام کے بغیر ہیں۔"[12]

محدودیت (Limitations) کی دوسری حد مکان ہے۔ مکان مادی دنیا کی ایک تجربی حقیقت ہے۔ ہم مختلف اشیا و موجودات کا ادراک مکان کی اضافت کے ساتھ کرتے ہیں۔ جب ہم یہ سوچتے ہیں کہ کسی شے کا وجود ہے تو محالہ یہ تصور بھی ہمارے ذہن میں داخل ہو جاتا ہے کہ وہ شے کسی جگہ (یعنی مکان) پر ہے۔ یہ مکان ایک خلا ہی سہی، بہر حال موجود ہوتی ہے۔ ہمارا ادراک محل وقوع، فاصلہ اور سمت کے رشتوں کے ساتھ سوچتا ہے اوپر، نیچے، دائیں بائیں، لمبائی، چوڑائی یا گہرائی جیسے تصورات پیدا ہوتے ہیں۔ جب ہم خدا کے مکان سے پاک ہونے کی بات کرتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ خدا کی ذات کسی مخصوص مکان میں ہے اور نہ ہی وہ اس لحاظ سے کوئی جسمانی (Physical) وجود رکھتا ہے جیسا کہ ہمارا تخیل اشیا کو سمجھنے کے لئے مطالبہ کرتا ہے۔ خدا ہر قسم کی جہت، ہر قسم کی سمت، ہر مکان اور ہر طرح کی محدودیت سے پاکیزہ ہے۔ بھگود گیتا میں ایک مقام پر خدا کی ذات کی لامحدودیت کو زمان و مکان کے دونوں پہلوؤں سے نمایاں کیا گیا ہے۔

"وہ [خدا] علام الغیوب، سب سے اوّل، سب پر خدائی کرنے والے، ذرے سے بھی باریک، سب کو پالنے والا، مادی تصور سے بالاتر اور ناقابل فہم ہے۔ وہ سورج کی طرح روشن اور مادی قدرت سے ماورا لطیف ہستی ہے۔"[13]

مکان کے اعتبار سے اس شلوک میں خدا کی ذات کو مادی تصورات اور قدرت سے بالاتر ایک لطیف ہستی قرار دیا ہے جس سے جسم و مکاں کی نفی ہو جاتی ہے۔ اس شلوک کی تشریح کرتے ہوئے سوامی رام سکھ داس لکھتے ہیں:

”ایسے پرماتما [خدا] کے بارے میں ہم اپنے دل و دماغ سوچ نہیں سکتے، کیونکہ ان کا تصور ہمارے مادی حواسوں میں نہیں آسکتا۔ وہ تمام جانداروں کو جانتے ہیں کوئی بھی اُن سے پوشیدہ نہیں ہے۔ انسان کو اس پرماتما کی مندرجہ بالا صفات پر عقیدہ وایمان سے یقین کرکے ان کو ہر وقت یاد کرنا چاہیے۔“[14]

گیتا کی اس شلوک سے یہ واضح ہوا ہے کہ ہندو فلسفے کی رُو سے خدا آغاز و اختتام سے پاک ہے۔

حقیقتِ مطلق

” ست “ کا مطلب ہستی ہے یعنی کسی کا وجود ہونا۔ یہاں خدا کی صفت کے طور پر ” ست “ سے مراد یہ ہے کہ حقیقی وجود صرف اور صرف خدا کا ہے اس کے باقی تمام موجودات یا تو اس کا پرتو ہیں یا پھر اسی کی مرہونِ وجود ہے۔ اس کی ایک تعبیر وہ ہے جسے " ھمہ اوست " کہا جاتا ہے۔ یعنی ہر شے خدا ہے اور خدا ہی اس پوری کائنات میں حلول کیے ہوئے ہے۔ جبکہ دوسرا تصور ” ادویت واد “ کا ہے جسے مسلمانوں کے ہاں وحدت الوجود بھی کہا جاتا ہے۔

اُپنشدوں کے مطابق برہمہ ہی حقیقتِ مطلق اور وہ لطیف جوہر ہے جو ساری زندہ اور بے جان دنیا پر محیط ہے۔[15]

اُپنشد بڑی تفصیل کے ساتھ اس امر پر بحث کرتی ہے کہ اصل وجودِ مطلق برہم یعنی خدا کی ہی ذات ہے۔ گیتا بھی اس کی تصدیق کرتی ہے۔

”پرم پرش بھگوان جو کہ سب سے عظیم ہیں، شدھ بھکتی سے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ اگرچہ وہ اپنے پرم دھام میں موجود رہتے ہیں تو بھی وہ ہر جگہ موجود ہیں اور سب کچھ انہی میں قائم ہے۔“[16]

بھگود گیتا ہی میں ایک جگہ لکھا ہے کہ :

”یہ ساری کائنات میرے غیر ظاہر روپ سے بھری ہوئی ہے۔ سب جاندار مجھ میں ہیں لیکن میں ان میں نہیں ہوں۔ پھر بھی یہ ساری مخلوق مجھ میں نہیں ہے۔ ذرا میری شکتی دیکھو۔ اگرچہ میں تمام جانداروں کا پروردگار ہوں اور ہر جگہ موجود ہوں پھر بھی میں اس تخلیق کا حصہ نہیں ہوں۔ کیونکہ میری ذات ہی اس کا وجود کا سرچشمہ ہے۔“[17]

نیز گیتا اس کی مزید وضاحت یوں کرتی ہے :

”حالانکہ آپ ایک ہیں، پھر بھی آپ آسمان اور سارے جہاں اور ان کے درمیان کے پورے خلا میں ہر جگہ موجود ہیں۔“[18]

گیتا کی ان اشلوک سے جہاں یہ واضح ہوتا ہے کہ حقیقتِ مطلق خدا کی ہی ذات ہے اور یہ کائنات اس کا پرتو ہے، وہیں ہمہ اوست کے عقیدے کی نفی بھی ہوتی ہے جس کے مطابق یہ کائنات بھی خدا ہے۔ مشہور ہندو فلسفی شنکر

اچاریہ نے گیتا کے اس تصور کی تشریح ہمہ اوست کی روشنی میں کی ہے اور تصورِ خدا میں عینیت کا قائل رہا لیکن شنکر کے بعد رامانج نے شنکر کے ہمہ اوست اور عینیت کا طلسم توڑ کر ظلیت کا تصور نمایاں کیا جو وحدت الوجود کی اُس تعبیر سے قدرے قریب ہے جو ابن عربی نے پیش کی۔اپنشد بھی ہمہ اوست کے بجائے وحدت الوجود کے تصور کو زیادہ اہمیت دیتی ہے۔[19]

یہ حقیقت ویدک ادب کے برہمن حصہ میں ہی سامنے آ گئی تھی کہ برہمن ہی ایک حقیقت ہے جو کائنات کی سبھی چیزوں کے پیچھے ہے اور یہ کہ قربانی میں پڑھے جانے والے منتروں میں ہی اس کا سب سے بڑا اظہار ہوتا ہے لیکن اپنشد کے اندر اس نظریہ میں مزید ارتقا ہوا اور اس کو اعلیٰ مذہبی حقیقت کے طور پر بڑی شدومد کے ساتھ بیان کیا گیا۔اپنشد میں برہمن کے قربانی کے ساتھ تعلق کو یکسر نظرانداز کر کے اسے بذات خود کائنات کی بنیادی حقیقت کے طور سے بیان کیا گیا ہے۔[20]

گیانم

ہندو عقائد کی رُو سے خدا تعالیٰ ''سروَگیانی'' اور ''سروَجناہ'' ہے۔ یہ علم کوئی حِسی یا اکتسابی علم نہیں بلکہ وہ علم ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ یعنی وہ ازلی طور پر ایسی دانا و بینا اور علیم و خبیر ہستی ہے جس کے احاطہ علم سے کچھ بھی باہر نہیں ہے:

> ''وہ سب کا مالک، ہر ایک چیز کا جاننے والا، عَلّامُ الغیوب، ہر وجود کا سرچشمہ، منبع تخلیق اور جہاں ہر چیز لوٹ کر جانے والی ہے۔''[21]

منڈوکیہ اپنشد ہی میں ایک جگہ لکھا ہے کہ:

> ''(ایشور) جو سب کچھ جاننے والا اور ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔''[22]

وہ ماضی، حال مستقبل زمان و مکان کی ہر جہت اور ہر ذرے کا علم رکھتا ہے اور کوئی بھی شے نہیں جو اس کے علم و قدرت اور نگہبانی سے خارج ہو۔ اس صفت کو لامحدود اور خدا کو بتیم یعنی اول و آخر مان لینے کے بعد اس کے علم پر زمانی اعتبار سے لامحدودیت کا حکم لگ جاتا ہے۔ یعنی ہمیں حالات کا علم اس وقت ہوتا ہے جب وہ وقوع پذیر ہوتے ہیں، لیکن جب ہستی وقت سے ماورا ہو تو اس کا علم وقت کی قید سے آزاد ہوتا ہے۔ جو لمحہ ہمارے لیے اب آنا ہے اس کا علم خدا کو ازل سے ہوتا ہے۔ بھگود گیتا میں ہے:

> ''میں پرم پرش بھگوان کی حیثیت سے جو کچھ ماضی میں ہو چکا ہے، جو ہو رہا ہے اور جو ہونے والا ہے، وہ سب کچھ جانتا ہوں۔ میں تمام جانداروں کو بھی جانتا ہوں لیکن مجھے کوئی (کامل طور پر) نہیں جانتا۔''[23]

قرآن کریم اور خدا کا تصوّر

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ" (3:57)
ترجمہ: "وہی سب سے پہلا اور سب سے پچھلا اور ظاہر اور پوشیدہ ہے اور وہی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔"

اول و آخر

اللہ تعالیٰ اوّل ہے۔ جملہ موجودات پر اس ہستی کو تقدم حاصل ہے۔ بدایات کی ابتدا، اسی کی اولیت سے ہے اور اس کی اولیت ہر ایک ابتدا سے برتر و بعید تر ہے۔ فرضی اور عقلی موجودات کی ابتدا اسی کی اولیت سے ہے اللہ تعالیٰ اول ہے اور ہر شے کی اصل کا رجوع اسی کی جانب ہے۔ اللہ تعالیٰ آخر ہے یعنی فناء مخلوقات کے بعد اسی کی بقاء کو تاخر ہے اور جس قدر اواخر اعتباری ہیں ان سب کے بعد اسی کا قیام ہے وہی ابدی الابدی وہی ادوم بلا نہایت ہے اسی کی ذات سب کی منتہا و مرجع ہے۔

ظاہر و باطن

ظاہر ظہر سے ہے اور باطن بطن سے ہے۔ لغت میں ظہر پشت کو اور بطن شکم کو کہتے ہیں۔ بعد ازاں ظہر اس چیز کو کہنے لگے جو ادراک حس میں آ جائے۔ بعض مفسرین ظاہر و باطن کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اللہ وہ ہے جو عقول کے لئے اپنے دلائل اور اپنے وجود کے براھین اور وحدانیت کے دلائل ساتھ ظاہر ہے اس کے افعال اس کی معرفت و علم کی طرف لے جاتے ہیں، اس لحاظ سے تو وہ ظاہر ہے اور چونکہ عقل و دلائل کے ساتھ اس کا ادراک ہوتا ہے اس لیے وہ باطن ہے کہ وہ غیر مشاہد ہے دنیا میں سب اشیاء کی طرح اس کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بلند و بالا ہے۔

ہمارے نزدیک چونکہ یہ آیت درحقیقت فلسفے کی بلند ترین سطح پر ہے اور اس لیے اس کی تشریح و توضیح میں بھی فلسفۂ الٰہیات کے حوالے سے کی جانی چاہیے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے علمانے اس قرآنی تعبیر کی توضیح علم کے بجائے حقیقتِ وجود کے اعتبار سے کی ہے۔ مثلاً شیخ اسماعیل حقی "الظاہر" کے معنی میں لکھتے ہیں کہ:

"والظاهر بانه محيط بالاشياء"[24]

یعنی: اللہ تعالیٰ کے ظاہر ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ تمام اشیاء پر محیط و غالب ہے۔

قاضی سلیمان منصور پوری ان دونوں صفات یعنی ظاہر و باطن کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ ظاہر ہے۔ یعنی انسان اپنی معرفت بدیہیہ سے ایک پا سکتا ہے اور ہر ایک موجود شئے ہستی باری تعالیٰ پر بہترین دلیل فطرت انسان بن سکتی ہے۔ اللہ باطن ہے یعنی حقیقت

عرفان کا مالک ہے۔"[25]

مختصراً یہ کہ اللہ ظاہر ہے، اپنی آیات سے اور باطن ہے اپنی ذات سے۔ اللہ ظاہر ہے اور سب پر محیط ہے۔ اللہ باطن ہے اور کوئی ادراک اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔"

نیز ارشاد ہوا ہے: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (103:6)

ترجمہ: "نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ سب نگاہوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اور وہ بڑا باریک بین بڑا باخبر ہے"

اہل اسلام کائنات کو مظہر ذاتِ الٰہی مانتے ہیں اور اس کی تائید قرآن مجید کی اسی آیت سے ہوتی ہے جس میں اللہ اپنی ذات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں ہی ظاہر اور باطن ہوں۔ یہ ظاہر و باطن دراصل موجودات اور مکان سے تعلق رکھتی ہے اور اول و آخر زمان سے۔ زیرِ بحث آیت کی تفسیر میں سید ابو اعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

"یعنی جب کچھ نہ تھا تو وہ تھا اور جب کچھ نہ رہے تو وہ رہے گا وہ سب ظاہروں سے بڑھ کر ظاہر ہے، کیونکہ دنیا میں جو کچھ بھی ظہور ہے اُسی کو صفات اور اسی کو افعال اور اسی کے نُور کا ظہور ہے اور وہ ہر مخفی سے بڑھ کر مخفی ہے، کیونکہ حواس سے اس کی ذات کو محسوس کرنا تو درکنار، عقل و فکر و خیال اس کی کُنہ و حقیقت کو نہیں پا سکتے۔"[26]

فضل اللہ ضیاء نور اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"یہ عالم اس کا ظاہر ہے جس میں وہ جلوہ فعلی سے نمودار ہوا "ہویت غیبی" اس کا باطن ہے کہ اس مرتبہ میں جہان اور جہان والوں سے بے نیاز اور ظہور سے مستغنیٰ ہے۔"[27]

یہ تصور دراصل توحید کی تعبیر وحدت الوجود ہے جس کی رو یہ اصل وجود صرف خدا تعالیٰ کا ہی ہے جبکہ باقی سب غیر حقیقی ہیں۔ یہ واضح رہے کہ ظاہر و باطن سے مراد یہ نہیں خدا کا کائنات سے اتحاد ہے، بلکہ اس سے مراد مظہر، تعینات یا سائے کے مماثل ہے۔ مولانا ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:

"حق تعالیٰ کسی شے کے ساتھ متحد نہیں اور نہ کوئی شے حق تعالیٰ کے ساتھ متحد ہے اس لئے جس میں اس کی شان یہ ہے کہ "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ" نہ کوئی اور اس کی ذات کے مماثل ہے نہ صفات میں تو پھر اتحاد کیسے ممکن ہے۔"[28]

قاضی سلیمان منصور پوری کے حوالہ مذکورہ میں منقول آیت "لا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" لفظ باطن کو کھول کر بیان کرتی ہے کہ اللہ ہر قسم کے جسم و مکاں سے پاکیزہ ہے اور اس کی ذات مدرکات کے احاطے سے باہر ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے: "لَا

تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ " (103:6) نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ سب نگاہوں کا ادراک رکھتا ہے۔ کین اپنشد میں بھی یہ بات دوسرے انداز سے یوں بیان کی گئی ہے:

"اس ایشور کو آنکھوں سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ بلکہ ایشور وہ ہے جس نے آنکھوں کو دیکھنے کی صلاحیت دی ہے۔"[29]

حدیث نبوی

اوّل و آخر اور ظاہر و باطن کی بہترین تشریح ہمیں حدیث نبوی میں منقول ایک دعا سے ملتی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ بنت محمد علیہا السلام کو سکھائی:

اللّٰهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ،...[30]

یعنی: "خداوند تو ایسا اول ہے جس سے پہلے کوئی چیز نہیں اور ایسا آخر ہے جس کے بعد کوئی چیز نہیں۔ اسی طرح تو وہ ظاہر ہے اور غائب ہے کہ تجھ سے برتر اور اوپر کوئی وجود نہیں اسی طرح تو باطن اور پنہاں ہے کہ تجھ سے ماوراء کسی چیز کا تصور نہیں ہو سکتا۔ "

العلیم

العلیم، علم سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں جاننے والا۔ یہ اللہ کے صفاتی ناموں میں سے ہے اور قرآن مجید میں تقریباً ایک سو ستاون (۱۵۷) بار استعمال ہوا ہے۔ آخری صفت جو سورہ حدید کی زیر بحث آیت میں بیان کی گئی ہے وہ صفت "العلیم" ہے۔ قرآن مجید میں یہ صفت کئی مقامات پر تفصیل سے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (29:2)

ترجمہ: "وہی ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے لئے پیدا کیا، پھر وہ (کائنات کے) بالائی حصوں کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے انہیں درست کرکے ان کے سات آسمانی طبقات بنا دیے، اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔"

یعنی اللہ علیم ہے یعنی اسے صفت علم حاصل ہے اور اس کا علم ہر شے کو محیط ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

أَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (231:2)

ترجمہ: "بے شک اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والے ہیں۔"

اسی طرح قرآن میں ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا (2:65)

ترجمہ: ”اللہ (ہی) ہے جس نے سات آسمان پیدا فرمائے اور زمین (کی تشکیل) میں بھی انہی کی مِثل (تہ بہ تہ سات طبقات بنائے)، ان کے درمیان (نظامِ قدرت کی تدبیر کا) امر اترتا رہتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے، اور یہ کہ اللہ نے ہر چیز کا اپنے علم سے احاطہ فرما رکھا ہے۔“

یہاں حسن اتفاق ہے کہ الطلاق اور الحدید کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی نسبت تمام اشیا کا احاطہ کرنے کے حوالے سے کی ہے۔ رِگ وید میں بھی خدا کی صفت ”وَرُن“ (احاطہ کرنے والی ذات) کے ساتھ اسے ”صاحب علم و حکمت“ کہہ کر پکارا گیا ہے۔[31]

صفاتِ الٰہی لامحدود ہیں

کمالات خداوندی کا انحصار کچھ صفات مذکورہ پر نہیں اس کے کمالات تو بے حد بے پایاں ہیں کم اور کیف سب سے بالا اور برتر ہیں جس طرح اس کی ذات بابرکات بے حد اور بے کیف اور اَینَ سے منزہ ہے اسی طرح اس کی صفات بھی بے پایاں اور بے چون و چگون ہیں۔ اس لئے اگر کوئی زمان و مکان اس کا احاطہ کر سکے تو پھر خدا کو خدا نہ کہنا چاہیے بلکہ اس سے کیف و کم یا اس زمان و مکان کو خدا کہنا چاہیے جو خدا کو بھی محیط ہے وہ خدا ہی کیا ہوا جو کسی احاطہ میں آجائے اسی طرح اگر کمالات خداوندی بھی کسی زمان یا مکان کے احاطہ میں آجائیں تو وہ خدائی کمالات کیا ہوئے۔[32] آیت الکرسی میں بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

اللهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ-------وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ---------(2:255)

ترجمہ: " اللہ، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے، قائم رکھنے والا ہے، نہ اس کو اُونگھ آتی ہے اور نہ نیند جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔۔۔اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جس قدر وہ چاہے، اس کی کرسی (سلطنت و قدرت) تمام آسمانوں اور زمین پر محیط ہے۔۔۔"

آیت الکرسی کا بغور مطالعہ کریں تو اس سے ایک نتیجہ یہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ خدا کے علم کی کوئی انتہا نہیں اور وہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔

اس حوالے سے علامہ محمد حسین طباطبائی لکھتے ہیں کہ:

> ”خدا پوری تفصیل کے ساتھ ازل سے سب کو جانتا تھا، جانتا ہے ابد تک جانے گا۔ علم الٰہی تمام آسمانوں اور زمین کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور خدا پاک کے علم سے باہر کوئی بھی چیز نہیں۔“[33]

ابن جریر طبری آیت الکرسی کے مختلف حصوں کی تشریح کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"انّہُ المُحِیطُ بِکُلّ مَا کَانَ وَ بکُلِّ مَا ھُوَ کَائِن ،عِلمًا لَا یَخفِی عَلیہِ شَئیءِ مِنہ"[34]

"یقیناً وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) ہر چیز کا، جو (زمانہ ماضی میں) تھی اور ہر اس چیز کا جو (اب) ہے اور جو آئندہ ہو گی، اپنے علم کے اعتبار سے ایسے احاطہ کیئے ہوئے ہے کہ ان سے اس کے بارے میں کچھ بھی مخفی نہیں۔"[35]

حاصل بحث

اُپنشد کی مذکورہ شلوک اور قرآن مجید کی در حقیقت ایک ہی حقیقت کو دو مختلف پیرائے اور اسلوب میں بیان کر رہی ہے کہ خدا وہ ہے جو لا محدود (اول و آخر) گیانم (علیم) اور ستیم (حقیقت مطلق یعنی وجود کا ظاہر و باطن) ہے۔

ستیَمْ	ظاہر و باطن
گیانم	بکل شئی علیم
اننتم	اول و آخر

یہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ جب خدا پر غور و فکر کی بات آتی ہے تو اُپنشد سابقہ ویدک لٹریچر بالخصوص سہتا سے بالکل مختلف نظر آتی ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اُپنشد کا تصور خدا ہندو مت کی دیگر مقدس کتب سے قدرے مختلف اور اعلیٰ فکر کی نمائندگی کرتی ہے۔ اُپنشدی الٰہیات کے بعض اشارے وید سہتا کے آخری حصوں میں مل جاتے ہیں لیکن مجموعی طور پر اُپنشد اور ویدک الٰہیات ایک دوسرے سے قدرے مختلف ہے۔ اس بات کو سمجھنا اس لیے ضروری ہے کہ ہندو الٰہیات کو بالعموم سامی مذاہب میں ایک مشرکانہ مذہب کی حیثیت دی جاتی ہے جو مجموعی اعتبار سے گو کہ درست ہے کہ لیکن اُپنشد اور اس قبیل کی دیگر کتب اس سے برخلاف توحید کا اثبات کرتی ہیں۔ لہٰذا ہندو الٰہیات کے مختلف رنگوں اور تنوع کو علیحدہ کرکے دیکھنا اس مذہب کی تفہیم کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

تجزیہ

مقالہ ہذا میں ہم نے تیتریہ اپنشد کی محض ایک شلوک کا تقابل قرآن مجید کی آیت مبارکہ سے کیا ہے وگرنہ یہ اُپنشد، بالخصوص پہلا حصہ (کھنڈ) اپنے فلسفیانہ مباحث کے اعتبار سے ہندو لٹریچر میں منفرد مقام کی حامل ہے۔ ہم نے دیکھا کہ مذکورہ شلوک میں خدا کی جو تعریف و توضیح بیان کی گئی ہے، قرآن مجید بھی آیتِ مذکورہ میں دوسرے پیرائے میں وہی بات بیان کرتا ہے۔ نیز ان دونوں حوالہ جات کی توثیق میں بیان کردہ تصور کی توثیق قرآن مجید اور ہندوؤں کے دیگر صحائفِ مقدسہ سے بھی ہوتی ہے۔

تیتریہ اپنشد الٰہیات کے موضوع پر قابلِ التفات دستاویز ہے جس پر تحقیق و تدبر سے ہم ہنود اور ہمارے درمیان نظریاتی ہم آہنگی کی وہ بنیادیں استوار کر سکتے ہیں جسے قرآن نے تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ (3:64) سے

تعبیر کیا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ محققین کے ہاں الہامی مذاہب کی طرح غیر الہامی مذاہب پر تحقیق کے فروغ کے لئے اقدامات کیے جائیں۔ حق غالب آنے ، قرآن کی حقانیت اور تصور توحید کی بدولت دعوت اسلام اور تبلیغ پر بھی مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔

تجاویز/سفارشات

- ہندوالہیات کی درست تفہیم کے لیے اپنشدوں کا تحقیقی مطالعہ بہت ضروری ہے۔
- ہندوالہیات میں مسلم تصوف میں باہم جو مشترکات ہیں ان پر تحقیقی کام کی اشد ضرورت ہے۔
- اسلامی فلسفہ اور اپنشدوں کی فلسفیانہ تعلیمات کا باہمی مطالعہ دونوں مذاہب کی بہتر تفہیم کے لئے لازم ہے۔
- اس امر پر تحقیق بھی ضروری ہے کہ ہندوؤں کے فلسفیانہ افکار کا اثر مسلم فلاسفر ز پر کس طرح ہوا ہے۔
- دونوں مذاہب کے مابین فکری ہم آہنگی کے لئے ضروری ہے کہ اُپنشد میں خدا سے متعلق تصورِ توحید کو اجاگر کیا جائے۔
- پاکستانی معاشرے کے تناظر میں مسلم و ہندی مذہبی ادب پر تصور توحید کے متعلق تحقیقی نکات کو اُجاگر کرنا مذہبی طور پر منافرت کے خاتمہ کا باعث بھی اور یہی مفید پرامن عمل کی بہترین کوشش ہے۔

*****

References

1. Madhavananda, Swami, *A Bird's eye view of the Upanishads, The Cultural Heritage of India*, Vol. 1 (Kolkata India, The Ramakrishna Mission Institute of Culture, 2001), 348.
2. Yajneshwar S Shastri, *Foundations of Hinduism* (Ahmedabad India, Yogeshewar Prakashan, 1993), 356-357.
3. http://www.sacred-texts.com/hin/m12/m12c018.htm ,13-07-2021
4. Aufreteh. Theodor, *Catalogus Catalogorum: An Alphabetical Register of Sanskrit Works and Authors*, Vol. I (Madras, University of Madras. 1903), 234.
5. Kunjuniraja K., *New Catalogus Catalogorum*, Vol: VIII, (Madras, University of Madras. 1949), 219-223
6. Raja Rajeswar Rao, *Hindi Urdu Lughat* (Karachi, Fazli sons, 1997), 125,111,412,476,391,474.

راجہ رجیسور راؤ، ہندی اردو لغت (کراچی، فضلی سنز، 1997ء)، 125، 111، 412، 476، 391، 474۔

7. Taittirīya UPANISHAD, *SANKARACHARYA*, *SURESVARACHARYA & SAYANYA (VIDYARA.YYA.)* English Translation (A. Mahadeva Sastri, B.A.) (G.T.A. PRINTING WORKS Maysore.) (1903) Chapter: 2, Section 1, 2.: 235

8. Monier-Williams, M., *A dictionary, English and Sanskrit* (London, W.H. Allen and Co., 1851), 1135

9. Ibid, 426.

ایضاً، 426۔

10. Ibid, 25.

ایضاً، 25۔

11. Qazi, Qaisar ul Islam, *Falsafay kay Bunyadi Masayel* (Islamabad, National Book Foundation, 2012), 206.

قاضی قیصر الاسلام، فلسفے کے بنیادی مسائل (اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2012ء)، 206۔

12. A.C.Bhaktivedanta Swami, *Prabhupda*, *Bhagavad–Gita As it is*., Text: 19, (11.19) Edition 2nd, (Mumbai India, Bhaktivedanta Book Trust, 1986), 502.

13- Ibid, 374.

14. Shrimad Bhagvat Gita *Commentator: Swami Ram Sukhdas*, Translator: Dr Moolchand Lasi, Prof. Kumar M Dembani (Karachi, Azaad Communication, 2005), 211.

شریمد بھگوت گیتا، شارح سوامی رام سکھ داس، مترجم ڈاکٹر مولچند لاسی، پروفیسر کمار ایم ڈیمبانی (کراچی، آزاد کمیونیکیشنز، 2005ء)، 211۔

15. Amulya Ranjan Mohapatra, *Falsafa e Mazahib* Translated by Yasir Jawad (Lahore, Fiction House, 2010), 163.

امولیہ رنجن مہاپتر، فلسفہ مذاہب، مترجم: یاسر جواد (لاہور، فکشن ہاؤس، 2010ء)، 163۔

16 . Bhagavad –Gita as it is A.C. Bhaktivedanta Swami, Prabhupda, Text: 22, (8.22), Edition 2nd, (Mumbai India, Bhaktivedanta Book Trust, 1986), 387**.**

17. A.C. Bhaktivedanta Swami, *Prabhupda Bhagavad* –Gita as it is. Text: 4-5, (4-5.9), Edition 2nd (Mumbai India, Bhaktivedanta Book Trust. 1986), 366,404,406.

18 . http://www.sacred-texts.com/hin/sbg/sbg14.htm.12-07-2021**,**

See for details: (20. The knowers of the three Vedas, worshipping Me by Yajna, drinking the Soma, and (thus) being purified from sin, pray for passage to heaven; reaching the holy world of the Lord of the Devas, they enjoy in heaven the divine pleasures of the Devas. 20)

19- Emad Ul Hassan. Farooqi, *Dunya ke Bare Mazahib* (Lahore, Maktaba Tameer-e-Insaniyat, 1990), 28.

عماد الحسن فاروقی، دنیا کے بڑے مذاہب، (لاہور، مکتبہ تعمیرِ انسانیت، 1990ء)، 28۔

20. Ibid.

ایضاً۔

21. For Details: Swami Sharvananda *Mundaka and Māṇḍūkya Upanishads,* series5&6, (Sri Ramakrishna MATH, MYLAPORE, MADRAS, India, 1920), 28. URL:
http://www.sacred-texts.com/hin/sbe15/sbe15016.htm 13-6-22
But the higher knowledge is that by which the Indestructible (Brahman) is apprehended. 6. 'That which cannot be seen, nor seized, which has no family and no caste 1, no eyes nor ears, no hands nor feet, the eternal, the omnipresent (all-pervading), infinitesimal, that which is imperishable, that it is which the wise regard as the source of all beings.' See also:
http://www.swami-krishnananda.org/upanishad/upan_06.html,11-6-2021.

22. Ibid, 5&6,1:9. See Also:
http://www.swami-krishnananda.org/upanishad/upan_06.html,15-5-2021:
9. 'From him who perceives all and who knows all, whose brooding (penance) consists of knowledge, from him (the highest Brahman) is born that Brahman 1, name, form 2, and matter (food).'

23- http://www.sacred-texts.com/hin/sbg/sbg12.htm, 26:7-21:
26. I know, O Arjuna, the beings of the whole past, and the present, and the future, but Me none knoweth.

24 Shaykh Muhammad Ismail Haqqi, *Tafsir Ruh al Bayan*, Vol. 9 (Tafsir Surah al Hadid), (Bairut, Dar Ihya Turath al-'Arabi, 2001), 348.

شیخ محمد اسماعیل حقی، تفسیر روح البیان، ج9، (تفسیر سورہ الحدید) (بیروت، دار احیا التراث العربی، 2001ء)، 348۔

25. Qazi Muhammad Suleman Mansoor Puri, *Sharha Asma Ul -Husna* (Lahore, Maktaba Naziriya, 2015), 137.

قاضی محمد سلیمان منصور پوری، شرح اسماء الحسنیٰ (لاہور، مکتبہ نذیریہ، 2015ء)، 137۔

26. Syed Abul A’la Maududi, *Tafheem ul Quran*, Vol. 5, Tafseer Surah Hadid ,Verse 3 (Lahore, Idara Tarjuman Ul Quran, 2000), 303.

سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ج5، تفسیر سورۃ الحدید، آیت 3 (لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، 2000ء)، 303۔

27. Fazlullah Zia Noor, *Wahdat ul Wajood*, Translated by Syed Manzur Haider (Islamabad, Muqtadra Qaumi Zuban, 2007), 81.

فضل اللہ ضیاء نور، وحدت الوجود، مترجم سید منظور حیدر (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، 2007ء)، 81۔

28. Idrees, Kandhelvi, *Ilm- ul- Kalam* (Karachi, Zamzam Publishers, 2003), 179.

ادریس، کاندھلوی، علم الکلام (کراچی، زم زم پبلشرز، 2003ء)، 179۔

29. http://www.sacred-texts.com/hin/sbe01/sbe01176.htm,
Ken Upanishad, FIRST KHANDA, Section:1, shalook:6:147
6. 'That which does not think by mind, and by which, they say, mind is thought 1, that alone know as Brahman, not that which people here adore. See More:
http://www.swami-krishnananda.org/upanishad/upan_06.html ,10-06-2021

30. Muhammad bin Ismail Bukhari, *Sahih Al Bukhari*, Vol. 4, (Riyadh, Darussalam, 2006), 2084.

محمد بن اسماعیل، البخاری، الجامع الصحیح، ج4 (ریاض، دارالسلام پبلشرز، 2006ء)، 2084۔

31. (Rig Veda, Book 1: HYMN XXV.Varuna.25.20)
http://www.sacred-texts.com/hin/rigveda/rv01025.htm ,12-6-21

32. Kandhelvi, *Ilm- ul- Kalam*, 172.

کاندھلوی، علم الکلام، 172۔

33. Allāmah Ḥusayn al-Tabataba'i, *Tafsir Al-Mizan*, Vol. 2, Translated by Hasan Raza Ghadiri (Lahore, Al-Ghadeer Academy, 2009),758.

علامہ حسین، طباطبائی، تفسیر المیزان، جزو2، مترجم حسن رضا غدیری (لاہور، الغدیر اکیڈمی، 2009ء)، 758۔

34. Abi ja'far ibn Jarir Al-Tabari, *Tafsir Jami’al-Bayan’an Ta,wil aayi al Quran*, Vol.4, (Cairo, Dar-al-Hijr, 2001), 535.

ابی جعفر ابن جریر، طبری، تفسیر جامع البیان عن تاویل آی القران، ج4، (قاہرہ، دار ھجر، 2001ء)، 535۔

35. Fazal Illahee, *Ayat ul Kursi kay Fazail o Tafseer* (Lahore, Maktaba Quddusia, 2014), 180.

فضل الٰہی، آیت الکرسی کے فضائل اور تفسیر (لاہور، مکتبہ قدوسیہ، 2014ء)، 180۔